خالد اقبال یاسر

آبائی کی سرزمین اور عظیم قازق شاعر و مفکر آبائی کننبائیف

Abstract: - *In the world of literature, a study on a personality is important to comprehend its creative contribution. To understand a personality, the study of its environment where it belongs to, is very significant . In this article the country of origin Shangistao (Koh Changez), of the great poet of Qaziqistan and his work have thoroughly been analyzed.*

ہر قوم کی تاریخ میں بعض انتہائی متبرک درگاہیں ہوا کرتی ہیں۔ان میں وہ مقامات بھی شامل ہیں جو کسی عظیم شخصیت کی پیدائش،نشو ونما اور پختگی کے شاہد ہوتے ہیں۔میخائیلوسکو اور لسنایا پولائنا روسیوں کے لئے اسی طرح ہیں جیسے جرمنوں کے لئے ویمر،اطالویوں کے لئے فلورنس اور انگریزوں کے لئے سٹریٹفورڈ۔ان۔ ایوان، ہو۔قازقوں کے لئے ایسی ہی جائے عبادت شنگستاؤ ہے(کوہ چنگیز)، تین نابغوں آبائی،شاکریم اور مختار آئیزوف کی جنم بھومی۔

شنگستاؤ کے علاقے نے،جو ساری آرکا کے گھاس کے میدان کی وسعتوں پر محیط ہے عالمی سطح کے تین اہل قلم کو جنم دیا ہے جو اپنی جگہ ایک نادر امر ہے،اگرچہ صرف ان ہی کی وجہ سے نہیں۔

ان تینوں سے پہلے یہاں کنگر بائی،اوسکنبائی،کننبائی اور نسان جیسے ممتاز سورما،خطیب اور اولیاء لوگوں کے غم وآلام پر آنسو بہاتے رہے ہیں اور اکتن بردی مامائی اور توکتامش جنھوں نے اپنی عالی شان زندگیاں اپنے وطن کی بہتری قربان کردیں۔

یہ سرزمین سائنس دانوں،شاعروں،لکھنے والوں اور گلوکاروں چوکان ولیخانوف فیودر دوستو فسکی،احمت،بیتر سینوف کے گزارے ہوئے دنوں اور مہینوں کی یادوں کو سنبھال کرر کھے ہوئے ہے۔

ارتش کی پرشکوہ روانی،شنگستاؤ کی ابدی سرحدیں،گھاس کے میدانوں کی بے مثل باس کسی کو بھی متاثر

کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ پھر بھی یہ آبائی ہی کا نام ہے جو قازق عوام کے ذہنوں میں شنگستاؤ کا بنیادی حوالہ ہے۔

قازق فکر اور ادب کی تاریخ میں آبائی اس قدر نمایاں مقام کا حامل ہے جیسے خان تینگری کی چوٹی جیسے قازق ازمنہ قدیم سے پوجتے چلے آرہے ہیں۔ خاموشی میں پرشکوہ اور سر کرنے کے لئے دشوار گذار یہ چوٹی فطرت کے تمام تر جلال اور حسن مجسم کے ساتھ دھوپ میں دمکتی ہے۔ ایک دیو کی طرح یہ نزدیکی چوٹیوں سے سر نکالتی ہے جن کی چندھیانے والی بلندی اور حشم خان تینگری کو اور بھی زیادہ منور کرتا ہے۔

اسی طرح آبائی اپنے یکساں مشہور مقتدمین شاکریم اور مختار کے پس منظر میں زیادہ ممتاز ہے اور یہ تینوں مل کر شنگستاؤ کی شان کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ اکیلے شنگستاؤ بلکہ تمام قازق علاقہ آبائی کا وطن ہونے پر ناز کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ محض آبائی ہی قازق لوگوں کے لئے فخر کا باعث ہے۔

روس کے پشکن، برطانیہ کے شیکسپیئر اور جرمنی کے گوئٹے کا ذکر کرتے ہوئے ہم ان ملکوں کے دوسرے عظیم لوگوں کو نظر انداز نہیں کرتے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے ملکوں کی تاریخ کی بنت میں اس طرح شامل ہے کہ اپنے وطن کی علامت بن چکا ہے۔ اپنی قوم کے روحانی سرمائے کی علامت کے طور پر آبائی کی عظمت کے اعتراف کے ساتھ ہم اس کے مصرعے بار بار دہراتے ہیں:

اپنی روح کی گہرائیوں میں جھانکو اور میرے الفاظ پر غور کرو۔
میں تمہارے لئے ایک معمہ ہوں، میری شخصیت اور میری شاعری،
میری زندگی جدوجہد سے عبارت ہے، میں نے ایک ہزار حریفوں کا سامنا کیا ہے۔
مجھے اتنی سنگدلی سے نہ جانچو، میں نے تمہارے لئے رستے کی بنا ڈالی ہے۔

یہ دلگیر، اندوہ بھری سطور آنے والی نسلوں کے لئے خیر مقدمی پیغام لگتی ہیں۔ یہ مصرعے اس کے فہم اور سخت کوش زندگی کا نشان ہیں۔ اسی طرح اس کی جائے پیدائش کلسکا بلاک کے برفانی چشمے، سیمی پلاٹزک کی گلیاں ارتش کی سرمئی لہریں، تنبالی کی مقدس چٹانیں، کونر اولی کی گپھا۔ یہاں کی ہر چیز نے جیسے اپنے عصر کی روح آبائی کی مقدس یادوں کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔ عظیم لوگوں کے حالات زندگی سنگ ہائے میل کے ساتھ ساتھ

روزمرہ زندگی کے معمولات پر مشتمل ہوتے ہیں اور وہ حقائق جو غیر اہم اور بے معنی لگتے ہیں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ان زعماء کی انمول یادگاروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

شنگستاؤ کے مزاج کی دوشیزگی آبائی کے زمانے سے تبدیل نہیں ہوئی۔ سرما اسی طرح ہے جیسا نقشہ اس نے اپنی ایک نظم میں کھینچا ہے۔

وہ بے بصر، بہرہ کھچڑی بالوں، کشادہ شانوں دراز چاندی جیسی
ریش کے ساتھ سمور کے لبادے میں وارد ہوتا ہے

جولائی میں گرما شروع ہوتا ہے تو مویشی میدانوں کی چراگاہوں کی طرف ہانکے جاتے ہیں۔ آبائی کی اولاد اب بھی بکاناس کے ابلتے پانیوں کے قریب رہتی ہے۔ خزاں میں پیڑوں اور گھاس کے رنگ اڑ جاتے ہیں، پھول پھیکے پڑ جاتے ہیں۔ آسمان اتنا ہی ابر آلود اور زمین اسی قدر دھندلی ہو جاتی ہے جتنی آبائی کے وقتوں میں ہوا کرتی تھی۔

شنگستاؤ کے مظاہر فطرت کا سال کے چاروں موسموں میں ناقابل بیان حسن آبائی کے لئے شاعری کے مسلسل نزول کا منبع و مخزن تھا۔ فطرت اور شاعری ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔

سیمی سے مغرب کی جانب سٹیپ کے میدان کے آر پار گذرتی سڑک پر نوجوان آبائی بے صبری سے اپنے ہم رکابوں کے ساتھ گھوڑے کو شہر سے آ کر اپنے آبائی گاؤں میں داخل ہوتے ہوئے دوڑا رہا ہے۔ یہ وہ سڑک ہے جہاں سے پرسکون زرد پہاڑیوں، سرسبز چراگاہوں اور لہلہاتی دھوپ کے سرمئی قالین کے نظارے سے لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے۔ یہ وہ سڑک ہے جہاں سے ازمنہ قدیم میں تجارتی قافلے گذرتے تھے۔ اسی راستے نے سیمینوف تیان شانسکی، پرزیوالسکی، چوکان ولیخانوف اور فیودر دوستونسکی جیسے نمایاں لوگوں کو دیکھا ہے۔ عہد حاضر کے کئی نامور، ممتاز شعراء ادباء، سائنس دان، سماجی و سرکاری شخصیات عظیم آبائی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے اس سڑک پر سفر کر چکی ہیں۔

دوسرے یہاں کے مقامیوں کی استقامت اور مضبوطی کو آزمانے آتے ہیں ۔سوویت سائنس دانوں کرشاتوف اور سخاروف نے یہاں ایک مہلک ترین ہتھیار کی تیاری کے لئے ایٹمی تجربہ گاہ بنائی۔اس متبرک سرزمین اور سٹیپ سڑک نے ملعون NKCD کی غلط کاری کو جنم دیا۔

کوہستان چنگیز کے پار کچی سڑک اس قدر نا معلوم طور پر اوپر کی جانب رینگتی ہے کہ سیمی سے کرائل کے مرکزی ضلع تک پہنچتے پہنچتے مسافر کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ سطح سمندر سے ایک ہزار میٹر بلند ہو چکا ہے۔اس رستے کا پہلا پڑاؤ کوشکبائی کی ندی ہے جہاں سے آبائی کی زندگی کی کہانی، اسکی شاعری اور اسکی دانش کا آغاز ہوتا ہے۔خود کوشکبائی پتھروں سے بنی ہوئی سب سے بلند پہاڑی کی تہوں میں کہیں دفن ہے۔

جب کسی دشمن نے اس چھوٹے سے گاؤں پر حملہ کیا تو مشہور سورما چیچک کے ہاتھوں مضمحل تھا۔اس لئے حملہ آوروں نے سمجھا کہ وہ مزاحمت نہیں کر سکے گا۔لیکن خودارادی اور اعتماد سے معمور جنگجو اپنے پاؤں پر اٹھ کھڑا ہوا اور تمام تر بیماری اور کھلے زخموں کے باوجود دشمن کو شکست فاش دی۔حملہ آوروں کو اپنی سرزمین سے پسپا کر کے کوشکبائی ندی کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں وہ مزاحمت اور بیماری سے چور چور ہو کر خالق حقیقی سے جاملا۔اس کے کارنامے کی یاد میں لوگوں نے ندی کا نام اس کے نام پر رکھ دیا۔

ان سفاک دنوں کی ایک اور یادگار سڑک کے بائیں جانب ہے۔ایک کھلیان کے کھنڈرات۔یہ کبھی ایم۔آئزوف کی کہانی ،کورگن سزدن کونی ، کے کردار کی مثل ایک غریب لڑکی گزیزا کا رین بسیرا تھا۔داستان اس طرح سے ہے کہ اس چھوٹی سی پہاڑی تلے اس ناتواں لڑکی کی لاش دفن ہے۔جو طوفانی سرمائی رات میں اپنے باپ کی قبر پر اور اپنے برے بھاگوں پر ماتم کناں تھی۔

المیہ کہانیوں کے ساتھ کوشکبائی کی ندی سے گذر کر ہم ضلع آبائی پہنچتے ہیں جو کوہ چنگیز کی نگر سے دوسو پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔یہ نگر دوسو بیس کلومیٹر طویل ہے۔سوویت سامراج کے ظہور سے پہلے یہ تمام زمین بکتی تو قبیلے کے زیر نگیں تھی۔بعدازاں اسے شنکستاؤ ضلع کہا جانے لگا اور ۱۹۴۰ء میں اس کا نام آبائی کے نام پر رکھ دیا گیا۔یہ وسیع خطہ ارضی دلکش جھیلوں، گھنے جنگلوں، عجیب الوضع پہاڑیوں اور چٹانوں میں دور یا ستوں

البانیہ اور سویڈن کی ایک ساتھ ہمسری کرتا ہے۔آبائی کے زمانے میں قبیلوں میں منقسم پانچ بڑے گاؤں تھے۔صدیوں پرانا طرز زندگی انقلاب اکتوبر سے ٹوٹ پھوٹ گیا جن پر لوگوں کو اپنے بسیرے چھوڑنے پڑے۔اجتماعی ملکیت ۳۲۔۱۹۳۱ء کا قحط، ۱۹۳۷ء کی جبریتیں، جنگ عظیم دوم کی بلاخیزی اور انسان دشمن ایٹمی تجربات کی چار دہائیوں نے مقامی آبادی کو کئی گنا کم کر دیا ہے۔بنی نوع انسان میں اضافے کا رجحان ہوتا ہے۔لیکن تو بکتی قبیلہ آبادی کے حوالے سے انقلاب سے پہلے کی سطح پر واپس نہیں آسکا۔سوویت حکمرانی میں گذارے ہوئے سالوں میں آبادی کم اور زمین ضائع ہوئی ہے لیکن یہاں کے لوگوں نے اپنے اجداد کی یادوں کو زندہ رکھنے کے لئے اپنی روایات اور رواجوں کو محفوظ رکھا ہے۔ان گنت یادگاریں اس امر کی تصدیق کرتی ہیں کہ لوگ اپنے ہم وطنوں کو یاد کرتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں جنھوں نے وطن پرستی کی عظیم جنگ میں وطن کا دفاع کرتے ہوئے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ان میں سے چند ایک یہ ہیں: زیڈ۔بیلیوف نیپیئر کے کناروں پر فاشسٹوں کے خلاف جنگ آزما رہا۔بی بیگوزینا نے برلن کی فتح میں حصہ لیا، زیڈ ایچ۔مولد اگالیف نے دشمن کی مشین گن کو اس پر کود کر خاموش کیا۔

ضلع آبائی سے آگے نکلیں تو سڑک دو مختلف سمتوں میں مڑ جاتی ہے،ایک بائیں طرف اور دائیں طرف شنگس کے پہاڑی سلسلے کی جانب۔لیکن جس طرف بھی جاؤ آبائی سے متعلق کسی نہ کسی چیز سے واسطہ ضرور پڑتا ہے۔

سب سے پہلے آبائی کے جائے پیدائش کلسکا بلاک کی طرف چلتے ہیں۔کلسکا بلاک سیمی کے نزدیک ایک پہاڑی کے دامن میں واقع ہے جسے ایک پہاڑی دریا غسل دیتا رہتا ہے۔یہی وہ جگہ ہے جہاں ۱۰ اگست ۱۸۴۵ء کو ایک روایتی قازق یورتا میں آبائی نے جنم لیا تھا۔ ہر سال بہار اور خزاں میں اس کے باپ کا گاؤں اس وادی میں اٹھ آتا تھا۔اسکی دادی زیرے اور والدہ الزان آبائی کے ہنڈولے کے پاس لوریاں گایا کرتی تھیں۔اپنی نانی زیرے ہی سے آبائی نے پہلے پہل داستانیں اور لوک قصے سنے جیسے کہ اینلک اور کیبیک کی المیہ رومانی کہانی، آبالائی اور کینیری کے سمندری سفر اور بحری جنگیں، زیرا اکتن بردی کا متحرک ترانہ، آبائی کو اپنے بچپن ہی سے پسند تھا۔اس کی پہلی پہلی نظمیں بچپن میں سنی ہوئی ان ہی کہانیوں سے متاثر ہیں

(خزاں)۔

کلسکا بلاک کی چڑھائیاں آخر تک چڑھو اور اردگرد نظر دوڑاؤ تو جنوب مغرب کی طرف شولپان پہاڑ کی چوٹی دکھائی دے گی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں مرسیت بائک پیدا ہوا۔ وہ شخص جس نے آبائی کی ابتدائی نظمیں قلمبند کی تھیں۔ مرسیت کا نقل شدہ آبائی کا ابتدائی کلام پیٹرز برگ بھیجا گیا اور وہاں سے شائع ہوا۔

شنگستاؤ کے بائیں جانب یرالے وادی کے پار دریائے اسچیسو بہتا ہے جو ارتش کا معاون دریا ہے۔ سب سے یادگار واقعہ جو اس علاقے میں رونما ہوا قازق تھیٹر کا آغاز تھا ے جون ۱۹۷۱ء کو آئزوف کا ڈرامہ اینلک پہلی رات اس یورتا میں فی البدیہہ کھیلا گیا جہاں آبائی اپنی بیوی آئیگیرم کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ اس کھیل کے تمام کردار آبائی اور آئزوف کی اولادوں نے ادا کیے۔ بے خوف اور وفا سے معمور محبت کے ایک گیت کے طور پر ڈرامہ اینلک کیبیک، قازق قومی ڈرامے کے خزینے کے بہترین نگینوں میں سے ایک ہے۔

یرالے وادی سے جڑے ہوئے خورد اور کلاں اکشو کی پہاڑ ہیں۔ اکشوکی آبائی کی صلاحیتوں کی نشوونما کے لئے بنیادی گہوارے کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ یہاں پر ہی اس ادیب اور فلسفی نابغے نے پرورش پائی اور پختہ فکری کی منزل کو پہنچا۔ یہاں پر ہی آبائی نے اپنی بیشتر نظمیں اور گیت تخلیق کیے۔ ایک نظم کے دو مصرعے دیکھیے:

عاشقوں کی زبان الفاظ کی محتاج نہیں رہتی
وہ ایک باطنی احساس کے ساتھ نظروں سے گفتگو کر لیتے ہیں

اکشوکی میں کہے گئے گیتوں میں سے "آلتم سلام کالامکاس" اس وقت قازقوں میں سب سے زیادہ مقبول ہے۔ آبائی کے فن کی عظمت نے کلامکاس کو پوشکن کے تاتیانہ لارینا کے مقابل لا کھڑا کیا ہے اور جب بھی گایا جاتا ہے اسکی یاد ساتھ لاتا ہے۔

مختار آئزوف کی کتاب، "اکشوکی میں تخلیق شدہ گیت اور نظمیں"، فی الفور نقل ہوئی اور زبانی یاد کر لی

گئی۔ اپنی انفرادیت اور اخلاص کی سحر انگیزی نے اسے آرکا کے طول و عرض میں پھیلا دیا۔ ایسے گیت لوگوں نے پہلے کبھی نہیں سنے تھے اور نہ گائے تھے یہ نئے الحان اور الفاظ جو ہوا کے دوش پر عظیم سٹیپ خطے کے دور افتادہ گوشوں تک پھیلتے چلے گئے صدیوں پرانی خاموشی کو توڑنے کا وسیلہ بنے جیسے کائنات کے ان حصوں میں بہار لے آئے ہوں۔ یہ گیت نئے دور کی خبر دے رہے تھے۔

سیاہ چٹان کے پاس آبائی کے والد کننبائی کا مدفن بھی اکشوکی سے زیادہ دور نہیں پولینڈ کے سیاح اور جغرافیہ دان جانوسکی وز نے کتبائی کے بارے میں لکھا ہے۔ " کننبائی اسی قدر پر جلال ہے جس قدر خود سٹیپ کا خطہ۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ ایک سادہ شخص کا بیٹا ہے۔ اسے غیر معمولی حاضر دماغی فطرت سے ودیعت ہوئی ہے ،تندرست و توانا اور بلاغت کی صلاحیت کے ساتھ ایک سخت محنتی آدمی جو اپنے عزیز و اقرباء کی فلاح و بہبود کے لیے فکرمند رہتا ہے۔ وہ سٹیپ کے قوانین اور قرآن کے ضابطے دونوں پر کامل دسترس رکھتا ہے اور قازقوں کے بارے میں روسی محضر ناموں پر بھی۔ ایک بااعتماد منصف اور ایک مثالی مسلمان جسے اعلی مرتبے پر فائز کیا گیا ہے۔ ساری آبادیوں سے نوجوان اور بوڑھے، امیر و غریب اس کے مشورے اور مدد کے طلب گار رہتے ہیں۔ وہ الف سے ی تک اپنے کام سے واقف ہے اور اپنی تمام تر توانائی اس پر صرف کرتا ہے۔ وہ اس قدر بااختیار ہے کہ وہ مشکل سے اپنا شانہ ہلاتا ہے اور اس کے حکم یا خواہش کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ جب وہ گفتگو کا آغاز کرتا ہے تو اس کا چہرہ سخت گیری اور مطلق العنانی کا تاثر کھو دیتا ہے اور تعصب کا گھیرا اتنا نہیں ہوتا کہ کلیم پوشی کی ضرورت ہو۔"

یہی قبرستان آبائی کے ہم عصر اسکاک اور مختار کے دادا آئزوف کا مدفن ہے۔ لگتا ہے کننبائی نے مرنے کے بعد بھی اپنے کسی رشتے دار کو نہیں کھویا۔

لیکن آیئے کلسکا بلاک کی ڈھلانوں کی جانب واپس چلیں۔ مشرق کی جانب بیگابل ارل توبے اور بورلی وہ مقام ہے جہاں ۲۸ ستمبر ۱۸۹۷ء کو ایک عظیم ادیب اور سائنسدان مختار آئزوف پیدا ہوا تھا۔ اس خوشگوار واقعے کی یاد آبائی اور آئزوف دونوں کے قبیلے مل کر مناتے ہیں۔ یہیں بورلی میں مختار نے اپنا بچپن اور جوانی

بسر کی۔ یہیں وہ اپنی دلہن رائیخان بیاہ کر لایا۔اس کے بچے گملیما اور چوکان بھی یہیں پیدا ہوئے یہیں اس نے اپنی پہلی پہلی کہانیاں ''لینلک کیسیک بائی شے۔توکل'' اور سائبان کی قبر پر لکھیں۔اپنی کم سنی میں دادا آئزوف اور دادی دیناسل سے سنی ہوئی کہانیاں اس کی رزمیہ کہانی " آبائی کا وطیرہ" کی بنیاد ہیں۔اس کا والد عمر خان، والدہ نور محل، دادی دیناسل، بڑا بھائی قاسم بیگ اور دوسرے رشتہ دار بورلی ہی میں دفن ہیں۔ جہاں تک دادا آئزوف کا تعلق ہے اس کا مقبرہ کنتبائی ہمسائیگی میں ہے کیونکہ دونوں دوست زندگی میں بھی ایک ساتھ رہے۔

بورلی کے نواح میں ارل توبے، تشکاں اور بیگابل کی آبادیاں ہیں ان میں سے پہلی آبائی کی سرمائی قیام گاہ تھی، دوسری اکل بائی کی اور تیسری میگا ئیا کی۔ سائنس اور فنون میں دلچسپی کے باعث تینوں نے شہر سے دور نہ رہنے کو ترجیح دی۔

اپنی کم سنی کے دنوں سے ہی آبائی سعدی، فردوسی، نظامی، حافظ، نوائی، فیضی اور بابر کی شاعری سے واقف ہو چکا تھا۔ منطق، فلسفے، اخلاقیات اور مشرقی تاریخ وثقافت کی تعلیم اس نے ارل توبے میں قیام کے دوران حاصل کی۔ روسی اور مغربی ادب سے آشنا ہوا، ٹالسٹائی اور سالتیکوف۔شیدرین کے مطالعے سے لطف اندوز ہوا اور کریلوف کی ماورائی کہانیوں اور لرمونتوف کی شاعری کے ترجمے کئے۔ان دنوں قازق شاعری کا گہوارہ اور ارل توبے آبائی کی محبت آئیگیرم سے منسوب ہے جو وہیں پیدا ہوئی اور دفن ہوئی۔ آبائی نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

''سورج چاہے جتنا بھی چمکے یا چاند جتنا بھی دمکے
میرے دل کا گلاب کبھی نہیں کھلے گا
کہ دنیا بھر میں اکیلی تم ہو جس سے مجھے پیار ہے
جبکہ میں تمہارے بہت سے چاہنے والوں میں سے محض ایک ہوں
ہر قازق کیلئے مانوس، دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے یہ مصرعے انسانی روح کی عمیق ترین گہرائیوں کو چھو لیتے ہیں۔''

سڑک پر کچھ اور سفر ہمیں اور دا پہاڑ کی گگر تک پہنچا دیتا ہے۔ جہاں اور دا کلاں اور دا خورد دو نصف

حصوں میں تقسیم ہوتا ہے وہاں سے سڑک ایک بار پھر مختلف سمتوں کو مڑتی ہے۔اس علاقے میں سب سے نمایاں مقام کوہ ارکات ہے " کوزی۔کوپیش اور بایاں سولو" کی داستان میں دہرائے گئے واقعات کا علاقہ۔

ارکات کی دلفریب ڈھلانیں اور ان میں نباتات اور حیوانات کی بہتات سیاح کی آنکھوں کو دعوت نظارہ دیتی ہیں۔چین اور وسطی ایشیاء کو جانے والا تجارتی راستہ انہیں علاقوں کے بیچوں بیچ گزرتا ہے۔ماضی کی نامور شخصیات سیمینوف تیان شانسکی، پرزیوانسکی ولیخانوف اور جانوسکی وزیہاں پڑاؤ کر چکی ہیں۔فیودر دستو نسکی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وسیع وعریض چٹانوں اور درختوں کے سائے میں کوپا جھیل کا آئینے کی طرح شفاف پانی پینے کیلئے چلتا اور استراحت کرتا رہا ہے۔ماہر شکاری اور نشانچی شاکریم اور مختار اپنے دوستوں کے ساتھ یہاں پرندوں کا تعاقب کرتے رہے ہیں۔یہیں پر آبائی نے اپنے چھوٹے بھائی خلیل اللہ اور بعد ازاں اپنے بیٹے عبدالرحمن کا ان کی روس میں تعلیم کے بعد واپسی پر خیر مقدم کیا ہوگا۔

اور دا کلاں اور خورد کو ایک دوسرے سے شلکتی کا شگاف علیحدہ کرتا ہے۔گھنی جھاڑیوں اور کمر کمر لمبے دیودار کے پودوں سے بھرے میدان شاعر پر نا قابل فراموش تاثر چھوڑتے ہیں۔ان جگہوں کے حسن کے سبب ہی آبائی اپنی محبوبہ کی جدائی کے اندوہ سے سلامت گزر سکا۔اسی جگہ وہ آئیگیرم سے ملا جس کی محبت اور حسن نے اس کی روح میں محبت کا شعلہ پھر سے روشن کیا اور اس کی شعری تخلیقت کو متحرک کرتے ہوئے اسے پھر سے زندہ کر دیا۔کئی دوسروں کے ساتھ ساتھ آبائی کی زندگی کا یہ حصہ ایم آئزوف کی رزمیہ، ''آبائی کا وطیرہ''، میں واضح طور پر منعکس ہوا ہے۔آئزوف کی نثر کا فطری آہنگ، زرخیزی اور زور بیان ذہنوں میں موجود اس عظیم شاعر کے تصور میں جان ڈال دیتا ہے۔آخر میں ہم اس پہاڑ تک پہنچتے ہیں جس کا نام چنگیز ہے۔ یہ ایک ہاتھی کی طرح عظیم الجثہ اور ایک بوڑھے کی طرح بھورا ہے۔ان گنت پہاڑی جھرنے چنگیز سے نیچے کی طرف بہتے ہیں ان کے لہراتے شفاف پانی دیودار کے میدانوں کے ذخیروں میں گم ہو جاتے ہیں۔ہر پہاڑی جھرنے کا اپنا ایک نام ہے۔شیت، کارائل، کاس بوزا کندزدی، مکیر، تاکر، بوکینشی، کولدنین، کا رازار تاس، شاگان، چالیس سے زائد جڑی بوٹیاں، جنگلی گلاب، بید، چنار اور صنوبر کوہ چنگیز کی ڈھلانوں پر اگتے اور نشوونما پاتے ہیں۔لومڑوں، بھیڑیوں، جنگلی بھیڑوں، پہاڑی بکروں اور ہرنوں کی خاصی تعداد کوہ

چنگیز میں پائی جاتی ہیں۔ پہاڑوں کی بلندیاں جہاں انسان کے پاؤں کم ہی پڑتے ہیں جنگلی بلوں، شکروں سنہری عقابوں کی آماجگاہیں ہیں۔ جھیلوں کے ساحلوں پر سفید ہنس، قازوں اور جنگلی بطخوں کا ڈیرہ ہے۔ یہ جگہ آبائی، شاکریم اور مختار کی محبوب شکارگاہ رہی ہے جو بہت سے دوسرے قازقوں کی طرح ہٹیلے شکاری، ریس کے گھوڑوں، شکاری پرندوں اور کتوں کی پہچان رکھنے والے تھے۔ ان ہی کوہساروں کی تنہائی میں شاکریم نے اپنی زندگی کے آخری مشکل ترین برس گذارے۔

شنگس علاقے کا ہر پتھر ہمیں طویل قازق تاریخ کے ہر اہم اور دلچسپ واقعے کے بارے میں بتا سکتا ہے۔ ان میں سے چند یہاں بیان کیے جارہے ہیں سائنسی پیمانے پر پورا اترنے والے حقائق کے مطابق چنگیز خان اوردا پہاڑ کے دامن میں ایک بار خیمہ زن رہ چکا ہے۔ جانوسکی وز کے بیان کے مطابق عظیم خان نے سرما کے دوموسم یہاں پڑاؤ کیا اور ان جنگجوؤں کی تعمیر کردہ اینٹوں کی دیواروں کے آثار اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنگیز خان کے نام سے منسوب کوہ چنگیز کی چوٹیوں میں سے ایک پر مختلف قازق قبیلوں کے سرداروں نے چنگیز خان کو اس کی خانی کے اعتراف کی علامت کے طور پر سفید کوشہ (قالین) پر مسند نشین کیا اور پھر بھی یہ مقامات سب سے پہلے اور ہر ایک سے بڑھ کر آبائی، شاکریم اور مختار کے ناموں سے منسوب ہیں جنھوں نے دنیا کو تلوار یا بھالے سے نہیں لفظ اور ذہانت سے فتح کیا۔ کرائل ضلع آبائی کے مرکز میں استادہ یادگار پر کندہ الفاظ یوں شروع ہوتے ہیں:

کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ انسان مر چکا ہے
اگر وہ دنیا میں لافانی لفظ چھوڑ گیا ہے

یہ الفاظ ہتھیاروں یا پٹھوں کی جسمانی طاقت کے مقابل الفاظ اور علم کی فوقیت پر غیر مبہم طور پر زور دیتے ہیں۔

دریا اور کرائل کی پہاڑیاں آبائی کے مرغوب مقامات تھے۔ یہاں پر اس نے خوشی اور غم سے بھر پور اپنی زندگی کے بہترین سال بسر کیے۔ یہیں اس کا سامنا توگزان سے ہوا اور وہ اس پر جوانی کے تمام ولولے

کے ساتھ فریفتہ ہوا۔ وقت نے اس لڑکی کے لئے اس کی شیفتگی کو معدوم نہیں کیا، اس نے اپنے آخری ایام تک توگزان کی پاکیزگی اور حسن کو ہمیشہ اپنی یادوں میں زندہ رکھا:

تم میری آنکھ کا تارا ہو
میری روح کا شعلہ
اس شعلے سے جل کر
میرا دل خون ٹپکانے سے کبھی نہ رکے گا

وادی زیدے بائی میں دریا کا منبع وہ مقام ہے جہاں آبائی نے وفات پائی۔ اسے ۲۳ جون ۱۹۰۴ء کو زیدے بائی میں دفن کیا گیا۔ یہ جگہ چنگیز پہاڑ سے زیادہ دور نہیں۔ اپنی موت سے ذرا پہلے اس کا یہ لکھنا کہ، ''جب میں مرجاؤں تو زمین کو افسردہ نہ ہونے دینا'' یہ بتاتا ہے کہ اس نے موت کو پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔

آبائی کی موت کے بعد لوگوں کے سیلاب کا ایک لامختتم ریلا اس عظیم انسان کو الوداع کہنے زیدے بائی کی طرف چلا۔ آبائی کی یادگار کی طرف آنے والے لوگوں کا یہ ریلا آج کے روز تک نہیں تھما۔ لوگ اس کے گھر میں داخل ہوتے ہیں اس کی مس کی ہوئی اشیاء چھوتے ہیں اور دیوار کے ساتھ آویزاں اس کا ساز دیکھتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اگر اسکے تاروں پر انگلیاں پھیری جائیں تو وہ آبائی کے بارے میں کچھ بتائے گا ایک ایسے شخص کے بارے میں جس کی زندگی فی نفسہ ایک نظم جیسی تھی۔ آبائی کی زندگی کی نظم بہ کمال وتمام مختار آئزوف کی کتاب ''آبائی کا وطیرہ'' میں نثر میں ڈھالی گئی ہے۔

شنگستاؤ میں رہنے والی ایک اور ممتاز شخصیت شاکریم تھی۔ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ ترقی پسندوں میں سے ایک یہ شخص شاعر، فلسفہ دان اور مورخ تھا۔ اس نے لیوٹالسٹائی سے بھی خط وکتابت رکھی۔ آبائی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اس نے مختلف غیر ملکی زبانیں سیکھیں اور اس طرح اسے چینی، ترکی، عربی اور روسی میں قازق لوگوں کی تاریخ پر روشنی ڈالنے والے ماخذوں سے استفادے کا موقع ملا۔ اس نے ان مواخذات کو جمع کر کے مرتب کیا جس سے اپنے کاموں کے مسودوں پر مشتمل اس کی جامع

لائبریری میں گرانقدر اضافہ ہوا۔

بعدازاں اسے جبر وتعزیر کا نشانہ بنایا گیا کیونکہ حکمران ٹولہ دیسی آبادی کے ترقی پسندانہ فکر کے حامل نمائندوں سے خوف زدہ تھا اور ان سے نفرت کرتا تھا۔ تفتیشیوں نے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا اور اس کی لاش ایک اندھے کنویں میں پھینک دی۔ انھوں نے اپنے جاہلانہ فعل سے شاکریم کی تقریباً تمام کتابیں، مسودے اور تصاویر جلا ڈالیں۔ کئی سال بعد شاعر کی باقیات ملیں اور انھیں زیدے بائی میں آبائی کی قبر کے نزدیک دفن کر دیا گیا۔

شنگستاؤ کے مغرب کی طرف دریائے شاگاں کے کنارے ایک اور درگاہ واقع ہے۔ اس غار کو نرالی کہا جاتا ہے۔ یہ ۲۵ میٹر اونچی اور ۱۰۰ میٹر لمبی غار قدرت کی ایک خیالی تخلیق ہے۔ اس غار کے پتھروں میں ایک پر بمشکل توجہ مبذول کروانے والے مرور وقت کے ہاتھوں مدہم پڑتے کتبے اور اشارے ہیں جو مختلف قازق قبیلوں کے نشان ہیں۔ یہ جگہ کبھی خون خوار جنگوں کا منظر نامہ رہی ہے۔

شنگستاؤ کے مشرق میں کندزدی پڑتا ہے۔ جہاں آبائی نے اپنی زندگی کے مشکل ترین برس گزارے۔ دریائے شیت کے بہاؤ کے اوپر کی جانب ایک گاؤں باراک کا تھا جو آبائی کا سور ما ساتھی تھا۔ جانوسکی وزنے باراک کے بارے میں لکھا ہے کہ "سلطان باراک بے حد طویل قامت مضبوط کاٹھی اور تاباں چہرے والا شخص تھا۔ اسے فیاضی سے حاضر دماغی، بہادر دل اور آہنی کردار جیسی صفات سے نوازا گیا تھا۔ اسے سٹیپ کا ہرکولیس کہا جا سکتا ہے۔ وہ ایک عالی مرتبت نواب تھا جسے جاگیردارانہ سرداروں کے مزاج کے مطابق پالا پوسا گیا تھا۔ گھوڑوں کو رام کرنے اور تیر اندازی میں کوئی اس کا ثانی نہ تھا۔ قازق کھیلوں کے مقابلے "بیگا" کے فاتح کی حیثیت سے اس کا نام سارے سٹیپ خطے میں جانا جاتا ہے۔ جیسے والٹر سکاٹ کے ناول کے ہیرو کا نام خوف اور تقدس پیدا کرتا ہے ایسے ہی سٹیپ لٹیرے اس سے دور بھاگتے تھے۔ دوسرے سلطان اس کے سامنے اپنی شان کھو دیتے تھے۔ اور اس کے حلیفوں کا انبوہ دکھائی دیتے تھے۔"

سترہ نامور شاعر، ادیب اور دانشور مختلف وقتوں میں کندزدی میں پیدا ہوئے۔ شاعری کا عطیہ جیسے

نسل در نسل منتقل ہوتا رہا ہو۔ سائبان، زانگو بیگ، بیگارا، اکتیلاک، صابر بائی، اس کی بیٹی کواندک اور بعد میں زانک، توبیگ، اورن بائی، دلات یہ تمام دانش اور فصاحت کی نظیر کہے جا سکتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں بھی ادبی صلاحیتوں کے حامل افراد یہاں جنم لیتے رہے ہیں۔ شاعر شاکر ابینوف، ناول نگار کامین اور ازالین، ادیب زاکین زومافانوف جو کندزدی کے مقدس خمیر سے اٹھے قازق ادب کی نئی نسل کی نمائندگی کرتے ہیں۔

یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ آبائی نے اپنا آبائی وطن کبھی نہیں چھوڑا۔ اس نے اپنی تمام زندگی شنگستاؤ میں بسر کی۔ سب سے دور مقامات جہاں تک وہ گیا۔ کارکارالی، ایاکوز اور سیمی ہیں لیکن علم اور ذہن کی وسعت کی بدولت آبائی کی فکر نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا اور انسانی روح کے عمیق ترین گوشوں تک سرایت کر گئی۔

آبائی اپنے زمانے کا سب سے زیادہ صاحب مطالعہ اور صاحب علم شخص تھا۔ اسے روسی، عربی، فارسی اور چغتائی زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔ جس کی وجہ سے وہ عالمی ادب کے شاہکاروں کو ان کی اصل زبانوں میں پڑھنے کے قابل تھا۔ جیسا کہ آئزوف کہتا ہے کہ آبائی کے علم کے سمندر کو تین ماخذات نے سیراب کیا تحریری اور زبانی طور پر لوک ورثے میں محفوظ قدیم قازق ثقافت؛ مشرقی تہذیب وثقافت کے بہترین نمونے اور روسی زبان اور اس کے ذریعے سے عالمی ثقافت۔ اپنی اعلیٰ پائے کی ذہنی صلاحیت، فطری تجسس اور بہت سی غیر ملکی زبانوں کے علم کے بل پر وہ دنیا کی روشن خیالی اور مشرق اور مغرب دونوں کے تمام خزینوں سے اپنے لیے استفادہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس کے تبحر علمی، دنیا کے بارے میں ترقی پسندانہ نظر اور زبان و بیان کی نادر صفت کے ساتھ اس کی نیک خیالی اور حساسیت کے امتزاج سے ہم پر اس کی سدابہار شاعری، دانشمندانہ افکار اور شاعری کے تخلیقی تراجم نچھاور ہوئے۔

آخرکار ہم شنگستاؤ کو سیمی سے ملانے والی روڈ پر پہنچتے ہیں جو آبائی کی زندگی کی اہم سڑک ہے۔ یہ سڑک گیارہ سال کی عمر سے اپنے آخری دنوں تک آبائی کی گذرگاہ رہی۔ وہ مدرسے، لائبریری، دوستوں سے

ملنے، زار سرکار کے خلاف غریب اور جاہل قازقوں کے مقدمے لڑنے اور بے قصوروں کا دفاع کرنے سیمی جایا کرتا۔

اس وقت کا سیمی ۱۲ مسجدوں، ایک مدرسے، ایک روسی سکول، ایک لائبریری، ایک علاقائی عجائب گھر، مجلس شماریات اور تیس سے زیادہ انتظامی عمارات پر مشتمل تھا۔ بہت سے ممتاز روسی دانشوروں میں سے دوستوفسکی، مائیکلیز، ڈولگو پولوف بھی تھے۔ جنھوں نے جلاوطنی سیمی میں بسر کی اور یہاں اپنے کاموں میں مصروف رہے۔ آبائی کی ان دنوں دوستوفسکی اور ولیخانوف سے اس شہر کی گلیوں میں ملاقات کا امکان ہوسکتا تھا جب وہ پہلے احمد رضا کے مدرسے اور پھر روسی اسکول میں زیر تعلیم تھا۔ علاوہ ازیں تینی بائی کے گھر پر بھی ان کا ایک دوسرے سے ملنا ممکن تھا جہاں دوستوفسکی اور ولیخانوف کا آنا جانا تھا اور آبائی بھی بعض اوقات اس گھر کی میزبان ماکیش آپا سے ملنے آتا تھا۔

آبائی نے سیمی کے علاقائی عجائب گھر کو جو ۱۸۸۳ء میں کھولا گیا، ساٹھ سے زیادہ نادر اور قیمتی اشیاء پیش کی تھیں دو سال بعد پرزیوالسکی نے عجائب گھر دیکھا اور اس کی اشیاء کے انتخاب کی قدر و قیمت سے متاثر ہوا۔

امریکی جغرافیہ دان جے کینان نے سیمی میں اپنے قیام کے بعد ''سائبیریا اور جلاوطنی''، لکھی جس میں اس نے سٹیپ مفکر آبائی کو خراج تحسین ادا کیا۔ مالیکلیز، ڈولگو پولوف اور گراس، آبائی کے پرانے دوستوں میں سے تھے۔ ان کے فیضان ہی کی بدولت روسی اور مغربی فلسفہ قریب آئے اور آبائی کے لئے قابل فہم ہوئے۔

سیمی میں کئی ایک ایسی جگہیں ہیں جنہیں مختار آئزوف سے منسوب کیا گیا ہے۔ جیسے شہر کا کالج، کلب اور دارالعلوم، مختار نے ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۹ء کے درمیان کالج اور دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۱۵ء میں نازیپا اور نور گلی کلزانوف سے مل کر مختار نے شوقیہ طور پر ''برزاں اور سارا کا آئتس'' کھیلا۔ یہیں پر اس نے اپنی پہلی کہانیاں اور ڈرامے لکھے جو اسے شہرت اور اعتراف کی بلندیوں پر لے گئے۔

شہر کی بہت سی گلیاں، باغات، تعلیمی ادارے، آبائی، مختار اور شاکریم کے ناموں پر ہیں۔ بار ہا یہ شہر

لوگوں کی ان شاعروں سے ابدی محبت کے مظاہرے اور قومی سطح پر ان شعراء کے کارناموں کے اعتراف میں چھٹیوں پر خصوصی تقریبات کا مقام رہا ہے۔ آبائی کے متبرک وطن نے بہت سے مشکل زمانوں کا مقابلہ کیا ہے اور آزادی کے نیلے پرچم تلے ان مشکلات پر بھی یقیناً قابو پالے گا جن کا اسے آج کل سامنا ہے ایک روشن مستقبل مادر وطن کا منتظر ہے۔ آبائی کے لوگ اس نئی زندگی کی تعمیر کر رہے ہیں جس کا وطن کے ان بہترین بیٹوں نے خواب دیکھا تھا۔

عظیم قازق شاعر اور مفکر آبائی کننبائیف

اپنی روح کی گہرائیوں میں جھانکو اور میرے الفاظ پر غور کرو۔
تمھارے لئے تو میں ایک اسرار ہوں، میری شخصیت بھی
اور میری شاعری بھی
میری زندگی ایک جدوجہد ہے، میں نے ہزارہا دشمنوں کا سامنا کیا ہے
مجھے اتنی سختی سے نہ جانچو، میں نے تمہارے لئے رستے کی بنا ڈالی ہے۔

آبائی نے مندرجہ بالا اثر آفرین مصرعے اپنے ہم وطنوں اور آنے والی نسلوں کے لئے موزوں کئے ہیں جن کے لیے اس نے بہترین اور روشن تر زندگی کی طرف جانے والے راستے تراشے ہیں۔ آبائی نے جہالت اور تعصب کے اندھیروں میں گم قازق میدانوں میں اپنی شاعری کو روشن مشعل کی طرح تھام کر اپنے لوگوں کو نئے آفاق کا راستہ دکھایا اور انھیں ایک نئی اور تابندہ سحر کی بشارت دی ہے۔

انیسویں صدی کا نصف آخر قازق ادب کے ارتقاء میں اس لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے کہ اس دور میں لوگ شاعری کے ساتھ ساتھ ایک مختلف النوع اور جدید قازق ادب کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اس عہد کا سب سے اہم مظہر قازقستان کے قومی شاعر آبائی کی تخلیقی سرگرمیاں تھیں۔

عظیم قازق شاعر، مفکر اور موسیقار آبائی (ابراہیم) کننبائیف دس اگست ۱۸۴۵ء میں قازقستان کے

علاقے سیمی پلاٹزک میں کوہ چنگیز کے دامن میں قیام پذیر ایک خانہ بدوش قبیلے تابکتی میں پیدا ہوا۔ آبائی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد کنبائی اور گاؤں کی مسجد کے مولوی سے حاصل کی۔ دس برس کی عمر میں اسے اپنے علاقے کے ایک مدرسے میں داخل کروادیا گیا جہاں وہ متکلمین کی روایت سے بہرہ ور ہوا۔ اس مدرسہ کے نصاب میں تاریخ، شاعری، حساب، فلسفہ اور طبعی علوم شامل تھے۔ اس ادارے میں عربی، فارسی اور کسی حد تک ترکی زبان میں تعلیم دی جاتی تھی۔ آبائی نے اس مدرسہ کی تعلیم پر اکتفا نہیں کیا اور جلد ہی ایک جدید روسی اسکول سے وابستہ ہوگیا۔ اسی دوران وہ نامور کلاسیکی شعراء فردوسی، نظامی، سعدی اور حافظ سے متعارف ہوا جن کے اثرات اس کی شاعری میں واضح طور پر پائے جاتے ہیں آبائی کا والد کنبائی اپنے قبیلے کے سرداروں میں سے تھا۔ ابھی آبائی مدرسے سے فارغ التحصیل نہیں ہوا تھا کہ اس کے والد نے اسے اپنے گاؤں بلالیا تاکہ وہ اس کی جگہ لے سکے۔ آبائی کے غیر معمولی اوصاف، حاضر جوابی بذلہ سنجی اور گفت وشنید کی صلاحیت پر والد کو حد درجہ اطمینان ہوگیا کہ آبائی قبیلے کا سردار بننے کا اہل ہے لیکن اس کے والد کے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ جب اس کی مرضی کے بغیر اسے قبائیلی جھگڑوں اور گروہ بندیوں میں الجھنا پڑا تو آبائی کو سامراجی قوتوں کی اس آماجگاہ پر رفتہ رفتہ غلبہ حاصل کرنے کے غیر محسوس اقدامات کے پس منظر میں اپنے فرائض کی بجا آوری میں حائل رکاوٹوں اور مشکلات کا احساس ہوا۔ وہ سازشوں اور مقدمات سے سلیقے سے نمٹ نہ سکا اور قبیلے کے سرداروں، جاگیرداروں اور اشرافیہ کے مفادات کا تحفظ کرنے میں ناکام رہا۔ اسکے اندرونی مخالفوں نے اسے لگ بھگ بارہ مقدموں میں ملوث کیا اور وہ اس وقت تک سیمی پلاٹزک سے نہ نکل سکا جب تک کہ اس نے خود کو ان مقدمات میں بے گناہ ثابت نہیں کرلیا۔ ستر کی دہائی کے اختتام تک وہ اپنے والد سے مکمل طور پر لاتعلق ہوکر اپنے ہم وطنوں کی خاطر شاعری اور حریت فکر کے کانٹوں بھرے راستے کا انتخاب کر چکا تھا۔ اس کے بہت سے معاصرین کے مطابق آبائی نے شروع شروع میں زیادہ تر عربی زبان میں شاعری کی لیکن اس کی ابتدائی تخلیقات دستیاب نہیں ہیں۔

شاعری کے ساتھ اس کا لازوال رشتہ پختہ عمر میں قائم ہوا۔ ۱۸۷۵ء اور ۱۸۸۵ء کے درمیانی عرصے میں اس نے اپنی صلاحیتوں کو اپنے طور پر مسلسل ریاضت سے جلادی۔ قازق لوک ادب، کلاسیکی ادب ،روسی ادب اور تہذیب کا ارتقاء خاص طور پر اس کے زیر مطالعہ رہے۔ فلسفے میں اس کی توجہ مغربی مفکرین

سپنسر، سپائی نوزا، اور ڈارون پر مرکوز رہی۔ جمہوری نقطہ نظر کے حامل سیاسی جلاوطن روسی دانشوروں کے ساتھ میل ملاقات نے بھی آبائی کی فکر پر اپنے گہرے اثرات مرتب کیے۔ چالیس برس کی عمر میں آبائی نے اپنی شاہکار نظم ''گرما'' اپنے نام سے لکھی اور اس کے بعد تاعمر شعر وادب کی آبیاری میں گزاردی اس نے پوشکن لرمنتوف کرائی لوف کے ادب پاروں کو پہلی بار قازق زبان میں منتقل کر کے اپنی زبان کے قارئین سے متعارف کروایا۔ ایک موسیقار کے طور پر اس نے یوجین اولیگن کے تراجم ہی نہیں کیے بلکہ ان کی دھنیں بھی ترتیب دیں اور یہ گیت اب بھی قازقستان کے گھاس کے میدانوں میں مقبول اور زبان زد عوام ہیں۔

۱۸۸۹ء میں آبائی نے اپنے علاقے کی عنان حکومت اپنے بھائی اوسپن کے سپرد کردی اور ہمہ تن ادب وفن کی خدمت میں مصروف ہوگیا۔ اس نے وہبی صلاحیتوں کے حامل بچوں کے لئے اپنے گاؤں میں ایک اسکول کھول لیا اور سائنس اور شاعری کی مبادیات کا درس دینے لگا۔ اس کے دونوں بیٹے اکانل بائی اور مگاجا اس کے تلامذہ میں شامل تھے۔

نوے کی دھائی میں آبائی نے نثر میں طبع آز مائی کا آغاز کیا اور اپنی مشہور کتاب Exrortations تصنیف کی۔ ان دنوں اس کے سیاسی حریفوں نے اسے پے بہ پے الزامات سے پریشان کیے رکھا۔ ۱۸۹۷ء میں ارباب اختیار کی ایماپر آبائی پر قاتلانہ حملہ تک کیا گیا صوبے داروں ، حکومتی ایجنسیوں اور تخریبی کاروائیوں پر مقرر عدالتوں کو ہر طرح کی منفی اطلاعات سے آبائی کے خلاف متحرک کردیا گیا۔ آبائی کو سفید زار کا دشمن قرار دیا گیا اور اجداد کے زمانے سے رائج رسوم، روایات اور اقدار کا باغی ثابت کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ ان ہی دنوں میں اس نے یہ مصرعے موزوں کیے:

مرے عوام مجھ سے جدا کردیے گئے
الگ اور منہ پھیرے ہوئے
مجھے امن وآشتی سے زندگی کرنے کی اجازت نہیں
عداوت کا راج ہر طرف ہے

آبائی کے فلسفیانہ افکار پر مبنی اس کی مشہور کتاب Words of Edification قازقستان کی مقبول ترین کتابوں میں سے ایک ہے جو وقت کی میزان پر پورا اتری اور ایک صدی کے بعد بھی قازقستان میں اس کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی۔ یہ کتاب خدا کے وجود کے بارے میں ابہام اور شکوک کو دور کرتی ہے۔ آبائی کے مطابق خدا کے وجود کا اثبات اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ دنیا میں ازمنہ قدیم سے آج تک جتنی زبانیں بولی گئیں ہیں اور ان زبانوں میں جتنی بھی تحریریں دستیاب ہیں اور مذاہب کی اتنی تعداد کے باوجود سب میں خدا کا ذکر حقیقت مطلق کے طور پر آیا ہے اور محبت اور عدل کی صفات کو اس ہستی کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔

ایک طرف عوام میں مقبولیت اور ان کی محبت اور دوسری طرف ارباب اختیار کی نفرت نے آبائی کے اس احساس کو اور پختہ کیا کہ سماجی ناانصافی سے آلودہ اس دنیا میں عوام کے لیے جہالت سے آزادی اور انصاف کی منزل کا حصول کس قدر مشکل ہے۔

مایوسی، بے بسی اور تنہائی کے احساسات کے درمیان قسمت نے بھی آبائی سے وفا نہ کی۔ ۱۸۹۵ء میں اس کا بیٹا عبدالرحمٰن انتقال کر گیا جو میخائیلوسکی فیلڈ آرٹلری اسکول سینٹ پٹیر زبرگ سے فارغ التحصیل افسر تھا۔ آبائی نے اپنے بیٹے کی موت پر کئی مغموم کر دینے والی نظمیں لکھی ہیں۔ ابھی وہ اس غم سے عہدہ برآنہ ہو پایا تھا کہ ایک اور المیہ رونما ہوا اور وہ تھا، اس کے دوسرے بیٹے مگاجا کی موت۔ مگاجا اپنے باپ کے تتبع میں اعلیٰ پائے کی شاعری کیا کرتا تھا۔ اس نے افریقہ کے غلاموں پر ان کی جدوجہد آزادی کے حوالے سے ایک اہم نظم لکھی تھی۔ آبائی یہ صدمے برداشت نہ کر سکا اور اس نے اپنی زندگی کے آخری چالیس دن تنہائی میں گذارنے کے بعد ۲۳ جون ۱۹۰۴ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

☆☆☆